سامی مذاہب کے سماجی اور مذہبی تہوارات ورسوم میں مشترکات کا تنقیدی جائزہ

A critical examination of the commonalities in the social and religious festivals and customs of the Semitic religions

ڈاکٹر حسن آراء*

Abstract

Even in the rites and festivals proven by the basic sources of the Semitic inspired religions, they have done some excess or damage to themselves or they have not followed the order that has been given to them. In the same way, Muslims have also ignored the philosophy of Eid and the rituals of Shab-e-Barat, Eid Milad-ul-Nabi and 10th of Muharram are baseless because there is a rule of Ahl as-Sunnah wal-Jamaa'at that these people do what the Prophet ﷺ or his Companions did. What did the Prophet ﷺ have done while the justification for celebrating Milad, Shab-i-Barat and 10th of Muharram is neither in the biography of the Prophet ﷺ nor in the biography of the companions of the Prophet.

Therefore, in today's era, the festivity, singing, dancing, obscenity and nudity that is practiced in Eid-ul-Azha is never allowed by Shariat. It is just a waste of money in celebrating fabricated rituals and festivals and nothing else. If Milad-ul-Nabi is observed, in this age regular cakes are cut and Happy Birthday Ya Rasoolullah (PBUH) is written and dances are sung. Such actions are not allowed in Islam. This is not a work of reward but a work of punishment. This article examines the commonalities in the religious and social festivals and customs of the Semitic religions

***Keywords**: Semitic religions, Semitic religions, Eid-ul-Azha, Eid Milad-ul-Nabi, Shab-e-Barat*

سامی (الہامی) مذاہب میں نومولود سے متعلق رسوم میں مشترکات

ختنہ مرد کے عضو تناسل کے سامنے کی کھال کاٹ دینا۔ قدیم زمانے سے ختنہ کی رسم مذہبی رسومات کا جزو رہی ہے۔ عہد قدیم کے مصر میں اس کا رواج تھا۔ پھر نبی ابراہیم نے اسے یہودیوں میں رائج کیا اور آج تک رائج ہے۔ مسیحیت میں اس کی ممانعت نہیں ہے بلکہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے، چنانچہ قبطی اور حبشی مسیحیوں میں یہ اب بھی رائج ہے۔ دنیا کے ہر ملک میں کسی نہ کسی شکل میں اس کا رواج رہا ہے۔

*ایس ایس ٹی (جنرل)، جی سی ایم ایچ سکول، تہکال بالا پشاور

یہودیوں اور قبطی و حبشی مسیحیوں کی طرح مسلمانوں میں بھی ختنہ کروانا لازمی ہے۔ موجودہ دور میں لوگ حفظانِ صحت کے لیے ختنہ کرواتے ہیں۔ عورتوں کی ختنہ کا رواج افریقا اور جنوبی امریکا کے بعض قبائل اور مشرق قریب میں ہے۔

یہودیت میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کی کچھ صدیوں بعد تک ختنہ رائج تھا؛ لیکن عیسائیت کے اثر ورسوخ بڑھنے کی وجہ سے سینٹ پال کے بعد ختنہ پر پابندی لگادی گئی، اس لیے آج یہود میں بھی یہ سنت ابراہیمی مفقود ہو گئی ہے۔[1]

ختنہ کرنا نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ شعائرِ اسلام میں سے اور فطرت میں داخل ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس عمل کے اہتمام کی بہت تاکید آئی ہے۔ بغیر عذر کم عمری میں ختنہ نہ کروایا گیا تو جنھوں نہ نہیں کروایا وہ گناہ گار ہوں گے، لیکن ایسا نہیں کہ کسی کا ختنہ نہ ہوا ہو یا اس نے اپنے بچے کی ختنہ نہ کرائی تو اس کا اسلام جاتا رہے:

" خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ: الْخِتَانُ، وَالِاسْتِحْدَادُ، وَتَقْلِيمُ الْأَظْفَارِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ " [2]

"الختان سنة كما جاء في الخبر وهو من شعائر الإسلام و خصائصه، حتىٰ لو اجتمع أهل بلدٍ علىٰ تركه، يحاربهم الإمام، فلايُترک إلا للضرورة، و عذرُ الشيخ الذي لايطيق ذلك ظاهر، فيُترك".[3]

ختنہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ کی بعثت سے قبل بھی عرب میں ختنہ کا رواج تھا۔ نیز ختنہ کو رسول اللہ ﷺ نے فطرت قرار دیا ہے، اور تمام ہی انبیاء علیہم السلام دینِ فطرت پر مبعوث ہوئے تھے۔

سامی (الہامی) مذاہب میں سر کو ڈھانپنے کی اہمیت کا تصور اور مشترکات

یہودیوں کی ٹوپی کو کِپا یا یار مولکے کہتے ہیں۔ اس پر یورپی یہودیوں نے سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں مذہبی علامت کے طور پر یار مولکے یا کِپا پہننا شروع کیا تھا۔ یہودی مذہبی روایات کے مطابق تمام مردوں کے لیے عبادت کرنے یا قبرستان جاتے وقت سر کو کِپا سے ڈھانپنا لازمی ہے۔ کِپا پر ستارۂ داؤدی[4] بنی ہوتی ہے۔ یہودیوں میں ایک قسم کی ہیٹ بھی پہنی جاتی ہے جس کو "سٹریمل" کہتے ہیں۔ یہودی شٹریمل مخمل اور فر سے بنائی جاتی ہے۔ شادی شدہ یہودی مرد اس ہیٹ کو

چھٹیوں اور مذہبی تقاریب میں پہنتے ہیں۔ یہ جنوب مشرقی یورپ میں آباد ھاسیدک یہودی برادری نے سب سے پہلے پہننا شروع کی تھی۔

یہودیت میں بعض تقاریب پر بھی سر کو ڈھانپنے کے لیے ٹوپی یا کپڑا استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ ھاسیدک برادری سے تعلق رکھنے والی شادی شدہ کٹر یہودی خواتین پر لازم ہے کہ وہ اپنے سر کے بال منڈوا کر وگ پہنیں۔ اس وگ کو شیتل کہا جاتا ہے۔

مسیحی کوئی خاص قسم کی ٹوپی نہیں پہنتے لیکن مائٹر یا تاج رومن کیتھولک چرچ کے بشپس مذہبی رسومات کے دوران پہنتے ہیں۔ اس تاج نما ٹوپی کی پشت پر لگے دو سیاہ ربن بائبل کے عہد نامہ قدیم اور جدید کی علامت ہیں۔ تیرہویں صدی سے رومن کیھتولک پادریوں نے بیرت پہننا شروع کیا تھا۔ اس کی تیاری میں کپڑا، گتا اور جھالر استعمال ہوتے ہیں۔ جرمنی، ہالینڈ، برطانیہ اور فرانس میں اس ہیٹ کے چار کونے ہوتے ہیں جبکہ متعدد دیگر ممالک میں یہ تکونی شکل کا ہوتا ہے۔ شمالی امریکا کی آمش برادری کا شمار قدامت پسند مسیحیوں میں ہوتا ہے۔ آمش اٹھارہویں صدی میں یورپ سے امریکا جاکر آباد ہوئے تھے۔ ان کی خواتین بالکل سادہ جبکہ مرد تھوڑے مختلف قسم کے فلیٹ ہیٹ پہنتے ہیں۔

اسی طرح دنیا بھر میں مسیحی راہبائیں مذہبی طور پر ایک خاص قسم کا لباس پہنتی ہیں۔ یہ لباس مختلف طوالت اور طریقوں کے ہوتے ہیں اور ان کا دار و مدار متعلقہ چرچ کے مذہبی نظام پر ہوتا ہے۔

ٹوپی پہننا آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی عادتِ مبارکہ تھی اس لیے بحیثیت مسلمان عام حالات میں آپ ﷺ کے اتباع میں ٹوپی پہننا چاہیے جو باعثِ اجر و ثواب ہے اور نماز کی حالت میں ٹوپی ضرور پہننا چاہیے کیونکہ سستی اور غفلت کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنے کو فقہاء کرام نے مکروہ لکھا ہے البتہ اگر کوئی شخص عام حالات میں ٹوپی نہ پہنے تو اس سے وہ فاسق یا گناہ گار نہیں ہوگا۔

نبی کریم ﷺ عمومی اَحوال میں عمامہ یا ٹوپی کے ذریعہ سر مبارک کو ڈھانپا کرتے تھے؛ اس لیے سر پر عمامہ یا ٹوپی پہننا سننِ زوائد میں سے ہے جس کا درجہ مستحب کا ہے۔ اور سر کا ڈھانپنا لباس کا حصہ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور صلحائے امت کا بھی یہی معمول تھا۔ بعض صحابہ کرام کا ٹوپی یا عمامہ نہ پہننا احادیث میں مذکور ہے، وہ تنگ دستی کے زمانے کی بات ہے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے۔

کبھی کبھار ننگے سر ہوجانا گناہ نہیں، البتہ مستقل طور پر ننگے سر رہنا شرعاً ناپسندیدہ اور خلافِ ادب ہے، اور ننگے سر رہنے کو معمول اور فیشن بنالینا اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

"كَانَتْ لَهُ عِمَامَةٌ تُسَمَّى: السَّحَابَ كَسَاهَا عَلِيًّا، وَكَانَ يَلْبَسُهَا وَيَلْبَسُ تَحْتَهَا الْقَلَنْسُوَةَ. وَكَانَ يَلْبَسُ الْقَلَنْسُوَةَ بِغَيْرِ عِمَامَةٍ، وَيَلْبَسُ الْعِمَامَةَ بِغَيْرِ قَلَنْسُوَةٍ"[5]

مفتی رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"سر برہنہ ہونا احرام میں ثابت ہے، سوائے احرام کے بھی احیاناً ہوگئے ہیں، نہ کہ دائماً چلتے پھرتے تھے"۔[6]

سامی (الہامی) مذاہب میں قربانی کے رسوم میں مشترکات

قربانی کو عبرانی میں قربن کہتے ہیں۔ مذہب یہود میں قربانی پیش کرنے کو "قربن" کہتے ہیں۔ احکام تورات میں بیان اور واجب شدہ تمام قربانیوں (جنس، جانور وغیرہ) کو قربن ہی کہا جاتا ہے۔ قربن کی جمع قربانوت ہے۔ زیادہ تر قربانی جانوروں کی دی جاتی ہے۔

قربن عموماً ایک حلال جانور ہوتا تھا جیسے بیل، بھیڑ، بکری یا فاختہ جسے یہودی روایات کے مطابق قربان کیا جاتا تھا۔ بسا اوقات جنس کی شکل میں بھی قربانی ادا کی جاتی تھی مثلاً اناج، کھانے، سرکہ اور خوشبو وغیرہ۔[7] اکثر اوقات قربانی کو پکایا بھی جاتا تھا جس کا زیادہ حصہ قربانی کرنے والا ہی کھاتا جبکہ کچھ حصہ کاہنوں کو دیا جاتا اور تھوڑا سا حصہ یروشلیم میں بیت المقدس کی قربان گاہ پر جلایا جاتا تھا۔ چند مخصوص مواقع یا اعمال کی صورت ساری قربانی کو صرف خدا کے لیے مخصوص کیا جاتا تھا جیسے کبش الفداء (تورات کے مطابق کبش الفداء اس جانور کو کہتے تھے جس پر کسی کے گناہ لاد کر اسے جنگل کی طرف ہانک دیا جاتا تھا)۔[8]

تورات عبرانی کے مطابق خدا نے بنی اسرائیل کو بہت سارے مواقع پر قربانی کرنے اور کرتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ ان قربانیوں کی ادائیگی صرف کاہنوں کے ہاتھوں ہی سر انجام پا سکتی ہے۔ ہیکل یروشلیم کی تعمیر سے پہلے جب بنی اسرائیل صحرا میں تھے، اس دوران قربانیاں صرف خیمہ اجتماع میں ہی ادا کی جاتی تھیں۔ ورود کنعان کے بعد قربانی کا اصل مرکز شیلوہ تھا جبکہ بتشمہ[9]، مصپہ[10]، رامہ[11] اور گیلگال[12] میں بھی قربانیاں گزاری جاتی تھیں۔ جبکہ ساؤل کے تحت گھرانوں اور قبیلوں[13] کی قربانیوں کا مرکز نوب تھا[14]۔ اگرچہ نجی قربانیوں کا سلسلہ شیلوہ میں ہی جاری رہا۔[15] داؤد نے اراؤناہ کے میدان مزرع میں ایک نیا مذہبی مرکز تعمیر کیا اور سلاسل کو وہاں منتقل کر دیا۔[16] تورات عبرانی کے مطابق ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد تمام قربانیاں وہیں گزاری جاتی تھیں۔ ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد ہیکل دوم کے قیام

پر قربانیوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا تاوقتیکہ ہیکل دوم بھی 70 مسیح میں تباہ ہو گیا۔ ہیکل دوم کی تباہی کے بعد قربانیاں ممنوع قرار پائیں کیونکہ ہلاخا کے مطابق قربانیاں صرف ہیکل میں ہی گزاری جاسکتی ہیں۔ قربانیوں کی ادائیگی کا سلسلہ دوسری صدی عیسوی میں یہود-رومن جنگ کے دوران پھر سے شروع ہوا اور کئی حلقوں میں بعد ازاں بھی جاری رہا۔[17]

ادوار قدیم میں قربانیاں 613 احکامات کی اطاعت و پیروی میں گزاری جاتی تھی۔ اور اب اس عہد جدید میں جب کہ ہیکل و کاہن نہیں ہیں موجودہ وقت کے یہودی صدقہ و خیرات کی صورت یہ فریضہ ادا کرتے ہیں۔[18]

یہودیت میں قربانی کی نوعیت اور اعمال 613 احکامات، الہیات اور ہلاخا پر مبنی ہیں۔ توضیح و تحسیس یہود کے مطابق آمد مسیح سے 613 احکامات کی تنسیخ نہیں ہوگی۔[19] اکثر قدامت پسند یہودی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہیکل سوم کی تعمیر کے ساتھ ہی جانوروں کی قربانی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جبکہ دوسرے مکتب فکر کے یہودی سمجھتے ہیں کہ صدقہ و خیرات ہی کافی ہوں گے۔

اشتقاقیات

سامی زبانوں میں قرب (مادہ و مخرج) نزدیک ہونے کے معنی دیتا ہے۔[20] اور اس مادے سے تخلیق شدہ دیگر الفاظ جیسے 'قرو' بمعنی قرب خاص اور 'قیرو ویم' بمعنی رشتہ داری، برادری وغیرہ کے معنی و مفہوم ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح عبرانی میں بھی لغت اکادیہ سے مادہ 'اَقرِبتُ'، پیش کرنے کے مفاہیم میں مستعمل ہے۔ اور یہ پیش کرنا قربانی، نذر اور نیاز کے تناظر میں ہے۔ عبرانی لفظ قربن (جمع : قربانوت) کا اولین ذکر تورات میں ملتا ہے۔[21] اور مخطوطات الماسورتیہ میں 40 مرتبہ اس کی تکرار ہے۔ 40 بار احبار میں، 38 بار گنتی میں اور 3 بار عزرا میں بیان ہوا ہے۔ اور اس سے متعلقہ لفظ قربان کتاب نحمیاہ میں ملتا ہے۔[22] روایتی، لغوی اور مذہبی اعتبار سے لفظ قرب اور اس کے متعلقات کے معانی بندے کو خدا کے قریب لانے کے ہیں۔[23]

غرض و غایت

کچھ مسیحی گروہوں کے عقائد کے مطابق پرانے عہد نامہ سے متعلق عام مذہبی اور روحانی نظریے کے برعکس یہودیت میں قربانی (قربونوت) گناہوں کا کفارہ تھی اور اس کے اعمال بہت ہی پیچیدہ تھے۔ اور چند ایسی قربانیاں بھی تھیں جو مخصوص و محدود حالات کے تحت سہواً سرزد گناہوں کے کفارے سے متعلق تھیں اور ان کا اطلاق اس بات کا متقاضی تھا کہ قوانین اور روایات کے تحت اگر ان گناہوں کے کفارے کی ضرورت یا وجوب صادر ہو جائے۔ اس استثنی کے علاوہ

قربانی پیش کرنے کے دیگر اسباب و مواقع بھی تھے جو عموماً غیر متوقع، اچانک، حادثاتی اور مخصوص و محدود حالات و احکامات کے تابع تھے۔ قربانیاں خالصتاخدا کا قرب حاصل کرنے اور بالخصوص اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ادا کی جاتی ہیں۔

اس کے علاوہ کچھ مخصوص گناہوں کے لیے بھی یہودیت میں قربانی رائج تھی۔ یہودیت میں گناہوں کی اقسام بلحاظ شدت مختلف ہیں؛

ہلکاترین گناہ حت، حتاہ یاحتات کہلاتا ہے (معانی : " نقص "، " کوتاہی " ، "لغزش ") ، کسی الہامی فرمان کی وجود ذات معنوی یا اشتباہ تفہیم لفظی کی بوجہ جہالت و کم علمی روگردانی کرنا۔

گناہ کی دوسری قسم آوون کہلاتی ہے۔ کسی خفیف فرمان کی نافرمانی جو اس کے نزول و وجود اور مفاہیم و تفسیر کا علم رکھتے ہوئے کی جائے۔

گناہ کی قبیح ترین قسم پیشا یا میرد کہلاتی ہے۔ احکام خداوندی کے خلاف گستاخانہ، باغیانہ اور سرکش و متمردانہ رویہ اور اعمال اس گناہ میں شامل ہیں۔ اور اس کی بدترین شکل کو ریعشا کہتے ہیں۔ اور اس میں اعمال کو بطرز شیطان انجام دینا بھی شامل ہے۔

زبور میں ان اصطلاحات کی ضمن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے 'ہم نے اور ہمارے باپ دادا نے گناہ کیا۔ ہم نے بدکاری کی۔ ہم نے شرارت کے کام کیے۔ [24]

چند استثنائی صورتوں میں قربونوت صرف اوّل الذکر گناہان کے لیے بطور کفارہ ادا کی جا سکتی تھی جب کہ یہ واضح ہو کہ فعل و عمل محض گناہ سہو تھا اور یہ جس سے سرزد ہوا ہو اسے قطعیت سے اس کے گناہ ہونے کا علم نہ ہو۔ [25] مزید یہ کہ جب تک قربانی پیش کرنے والا اپنے گناہ پر تہ دل سے نادم نہ ہو اور یا مظلوم و متاثرہ یا حق تلف شدہ سے باقائدہ اور بے اکراہ و برغبت و ندامت معافی نہ مانگ لے اور آئندہ کے لیے تائب نہ ہو تو ایسی صورت میں نہ تو قربانی قبول ہے نہ ہی وہ پیش کار گناہ سے پاک ہو گا۔ کتاب حزقیل کے مطابق مسیح موعود یروشلیم کے تیسرے معبد میں نادانستہ گناہوں کے لیے مزید کفارے بیان کریں گے جو ممکنہ طور پر قربانیاں یا اضافی نمازیں اور عبادات ہوں گی۔ [26]

عبرانی تورات

کتاب پیدائش میں اعمال قربانی مذکور ہیں، لیکن تورات کے بعد کی چار کتابوں میں ان کی اصل، تاریخ و مواقع کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ [27]

ہیکل سلیمانی اور ہیکل ثانی کے دور میں اعمال قربانی ہیکل اور خیمہ اجتماع میں ادا کیے جاتے رہے تاوقتیکہ 70 عہد میں یہوداہ، یروشلیم اور ہیکل ثانی رومی سلطنت کے ہاتھوں مکمل طور پر تاراج ہو گئے۔ [28]

ہر عام یوم السبت اور مختلف یہودی تہواروں کے الگ الگ اعمال قربانی تھے۔ [29]

یہود قربانی کے قائل تھے۔ جب انہیں قربانی کا حکم ہوتا، تو آبادی سے باہر اپنے جانور کو پہاڑ یا کسی اونچی جگہ پر لے جا کر چھوڑ دیتے۔ تھوڑی دیر میں آسمان سے آگ اترتی جو اس جانور کو جلا کر راکھ کر دیتی۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی تھی کہ آپ کی قربانی قبول کر لی گئی ہے۔

عیسائیت میں بھی قربانی کا واضح تصور موجود ہے۔ بائبل میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قصہ موجود ہے جس میں انہوں نے اپنے بیٹے کو قربانی کے لیے منتخب کیا اور قربان گاہ کی جانب لے چلے۔ قدرت الٰہی کے ظہور کے سبب بیٹے کے بجائے مینڈھا ذبح ہو گیا۔ کرسچنز کے ہاں وہ بیٹا سیدنا اسحٰق علیہ السلام تھے۔ جب کہ مسلمانوں کے ہاں وہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام تھے۔

مسلمان دس ذوالحجہ کو اپنے جانوروں کی قربانی محض رضائے الٰہی کے لیے کرتے ہیں۔ اس کا کوئی دنیاوی مقصد نہیں ہوتا، بلکہ یہ عمل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں کیا جاتا ہے۔ نیز اس بات کا اظہار کرنا ہے کہ اے اللہ! تو نے ہم سے ہمارے جانوروں کی جان اور خون مانگے ہیں۔ ہم بخوشی دینے کے لیے تیار ہیں۔ صرف یہی نہیں، اگر تو ہم سے ہماری جان، ہمارا خون مانگے گا، تو ہم اس سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ حکم الٰہی کے مطابق مسلمان اپنے مخصوص جانوروں (اونٹ، گائے، بھینس، بکری، اور دنبہ) کو ذبح کرتے اور اس کا گوشت تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ اپنے لیے، ایک رشتہ داروں اور احباب کے لیے اور ایک حصہ غربا و مساکین کے لیے۔

سامی (الہامی) مذاہب کے خاص ایام عبادت

تینوں مذاہب کے لوگ اپنے خاص دن یعنی یہودی اور بعض عیسائی ہفتہ کے دن، عیسائی اتوار کے دن صاف کپڑے پہنتے ہیں اور خاص عبادت کرتے ہیں۔ لیکن اس دن کے حوالے سے ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ساتویں دن آرام کیا اور یہی سبت (آرام) آج بھی یہود کا ہر ہفتہ کا سب سے اہم تہوار ہے۔

جبکہ اسلام کی تعلیمات اس دن کے حوالے سے جُدا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا اور پیدا فرمانے میں یا ان کا انتظام کرنے میں اس کو کوئی تھکن محسوس نہیں ہوئی نہ اس کو آرام کی ضرورت پیش آئی جیسا کہ قرآن کریم کی آیت الکرسی نامی آیت سے ثابت ہے:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ﴾[30]

ترجمہ: ”اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو سدا زندہ ہے۔ جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اونگھ لگتی ہے، نہ نیند۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کرسکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے، اور وہ لوگ اس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لاسکتے، سوائے اس بات کے جسے وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا، اور وہ بڑا عالی مقام، صاحب عظمت ہے۔“

سامی (الہامی) مذاہب میں مقدس تہوار

عید کسی نہ کسی طرز پر تینوں مذاہب میں منائی جاتی ہے۔ چونکہ یہودی ذلیل اور خوار بہت ہوئے ہیں اس لیے وہ لوگ فرعون کی تباہی، صحرائے سینا سے آزادی، توبہ کی قبولیت اور موجودہ اسرائیلی حکومت کے حصول پر خوشیاں مناتے ہیں اور وہ لوگ ان تہواروں کو عید سے تعبیر کرتے ہیں۔

عیسائی سماجی تہواروں میں فضولیات میں پڑے ہیں جیسا کہ تحقیق سے واضح ہوا کہ ویلنٹائن ڈے، برتھ ڈے اور نیو ایئر نائٹ ان کی سماجی تہوارات ہیں جو کہ معاشرے کو بد سے بدترین کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ جبکہ عیسائی کرسمس، ایسٹر بطورِ عید مناتے ہیں۔ اور ایسٹر سے پہلے روزے رکھتے ہیں گویا کہ ایسٹر اور عید الفطر میں قدرے مشابہت ایسی پائی جاتی ہے کہ دونوں عید روزوں کے بعد منائی جاتی ہے۔

مسلمان صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ مناتے ہیں، اور یہ بھی رضائے خداوندی کے لیے مناتے ہیں۔ کیونکہ دونوں عیدوں پر مسلمان عبادت کا دامن نہیں چھوڑتے۔ عید الفطر میں عید کی نماز سے پہلے پہلے صدقہ الفطر ادا کی جاتی ہے۔ عید الاضحیٰ میں قربانی صرف اللہ کی رضا کے لیے کی جاتی ہے۔

خلاصہ

یہاں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ دیگر سامی الہامی مذاہب کے بنیادی مصادر سے ثابت رسومات و تہوارات میں بھی انہوں نے خود سے کچھ زیادتی یا نقصان کیا ہے یا سرے سے اس ترتیب پر عمل پیرا ہی نہیں ہے جس کا حکم ان کو دیا گیا ہے۔ اسی طرح مسلمانوں نے بھی عیدین کے فلسفہ کو نظر انداز کیا ہے اور شب برأت، عید میلاد النبی اور دسویں محرم کی جو رسومات ہیں یہ بے بنیاد ہیں کیونکہ اہلسنت والجماعت کا ایک قاعدہ ہے کہ یہ لوگ وہ کام کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ یا اصحاب النبی ﷺ نے کیا ہو جبکہ میلاد، شبِ برأت اور دسویں محرم منانے کا جواز نہ تو سیرت النبی ﷺ میں ہے نہ کہ اصحابِ رسول کی سیرت میں۔

لہٰذا عصر حاضر میں عیدین میں جو موج مستی، گانے، ڈانس اور فحاشی و عریانی اپنائی جاتی ہے شریعت اس کی اجازت کبھی بھی نہیں دیتا۔ یہ من گھڑت رسومات و تہوارات منانے میں صرف مال کا ضیاع ہے باقی کچھ بھی نہیں۔ اگر میلاد النبی کو دیکھا جائے تو عصر حاضر میں باقاعدہ کیک کاٹے جاتے ہیں اور ہیپی برتھ ڈے یا رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) لکھا ہوا ہوتا ہے اور ناچ گانے گائے جاتے ہیں۔ اس طرح کے افعال کی اسلام میں سرے سے اجازت ہی نہیں۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ عتاب کا کام ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 بائبل، رسولوں کے اعمال، عہد نامہ جدید۔

2 ابو بکر بن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم، المصنف فی الاحادیث والآثار، مکتبۃ الرشد، ریاض، 1409ھ، باب فی الفطرۃ ما یعد فیھا، ج1، ص178، رقم الحدیث:2047۔

3 ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم بن محمد، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، دار الکتب العلمیہ، بلاسن، کتاب الخنثیٰ، مسائل شتیٰ، ج9، ص 359۔

4 ستارہ داود یا ستارہ داودی (Star of David) جسے داؤد کی ڈھال (Shield of David) اور ستارہ داود (Magen David) بھی کہتے ہیں۔ یہودی شناخت اور یہودیت کی ایک عام طور پر تسلیم شدہ علامت ہے۔ ستارہ داود شش نو کی شکل ہے۔ یہ دو متساوی الاضلاع تکونوں

سے مل کر بنا ہے۔ ستارہ داود یہودیت کی علامت کے طور پر سترہویں صدی کے بعد سے استعمال میں ہے جبکہ وسطی یورپ میں چودہویں صدی سے سولہویں صدی تک اس کے استعمال کی مثالیں ملتی ہیں۔

5 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر بن ایوب، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1415ھ، 1994ء، فَصْلٌ فِي مَلَابِسِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ج 1، ص 130۔

6 گنگوہی، رشید احمد، فتاویٰ رشیدیہ (کامل)، دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ، کراچی، بلا سن، ص 590۔

7 Rabbi, Michael Skobac. "Leviticus 17:11". Jews for Judaism, Vol 2, Page 40.

8 Rich, Tracey R. (1998–2011). "Qorbanot: Sacrifices and Offerings". Judaism 101

9 سموئیل، باب 6: 14، 15۔

10 سموئیل، باب 7: 9

11 سموئیل، باب 7: 17، باب 9: 11 تا 24

12 سموئیل، باب 10: 8، باب 11: 15 تا 13

13 سموئیل، باب 16: 2 تا 5

14 سموئیل، باب 21: 1

15 سموئیل، باب 15: 122

16 کتاب گنتی، باب 21: 23 تا 26

17 کتاب احبار، باب 16: 40

18 Diamant، Anita "Choosing a Jewish Life: A Handbook for People Converting to Judaism and for Their Family and Friends" Knopf Doubleday Publishing Group. (2007). Page:8. Korn، Eugene , Covenant and Hope: Christian and Jewish Reflections. Wm. B. Eerdmans Publishing. (2012).page: 67

19 Korn ،Eugene , Covenant and Hope: Christian and Jewish Reflections. Wm. B. Eerdmans Publishing. (2012).page: 67 Heinz-Josef Fabry ،Theological Dictionary of the Old Testament. Wm. B. Eerdmans Publishing۔(2004). Page: 136.

20 Heinz-Josef Fabry ،Theological Dictionary of the Old Testament. Wm. B. Eerdmans Publishing۔(2004). Page: 136.

21 تورات، کتاب احبار، 2: 1

22 تورات، کتاب نحمیاہ، 35: 10

23 Heinz-Josef Fabry ،Theological Dictionary of the Old Testament. Wm. B. Eerdmans Publishing۔(2004). Page: 136.

24 زبور 6:106

25 Judaism 101: Qorbanot

26 کتاب مقدس، کتاب حزقیل، 101

27 Carasik‹Michael, Leviticus. Jewish Publication Society. (2009). page 3

28 Baruch A. Levine In the presence of the Lord: a study of cult and some cultic terms, 1974, Page:99

29 James E Smith, The Pentateuch, 2006, Page: 392

30 سورۃ البقرۃ:255